

حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ

شیخ الفیئر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

حج بیت اللہ پر ایک نفسیاتی، عمرانی اور سیاسی نظر

اس مضمون میں حضرت علامہ افغانی سابق شیخ الفیئر دارالعلوم دیوبند و سابق وزیر معارف ریاست قلات نے اپنے مخصوص حکیمانہ اسلوب میں فریضہ حج پر روشنی ڈالی ہے۔ اور فریضہ حج کے بارے میں مغربی اور الحادی شکوک و شبہات کا متکلمانہ انداز میں جواب دیا ہے۔ یہ بلند پایہ مضمون ایسے وقت میں شائع کیا جا رہا ہے کہ زائرین حج کی روانگی قریب ہے۔ امید ہے کہ حجاج حضرات اور عام مسلمانوں کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ اور اہل علم حضرات کے لئے بھی اس کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ امید ہے کہ عمیق اور عالمانہ طرز بیان کے باوجود اس مضمون سے استفادہ کیا جائے گا۔..... (ادارہ)

اسلامی عبادات میں حج بیت اللہ ایک ایسی عبادت ہے کہ مستشرقین یورپ نے سب سے زیادہ اعتراض کا مورد اسی کو بنایا ہے۔ درحقیقت مستشرقین کی استشراتی سرگرمیوں کا محوری نکتہ اور مقصد علمی تحقیق کم اور اعتراضی پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ جس سے ان کا مقصود مسلمانوں کے قلوب سے اسلامی عبادت کی عظمت کو ختم کرنا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تحریک علمی کم اور سیاسی زیادہ ہے۔ اس لئے انہوں نے زبان و قلم دونوں سے اس پر ویسٹنگنڈہ کو زور شور سے پھیلایا کہ اسلامی عبادت میں حج ایک نامعقول فعل و عمل ہے۔ اسلام کے متعلق مسیحیوں کی یہ دریدہ و غنی صلیبی جنگوں سے بہت پہلے شروع ہو چکی تھی، لیکن دور حاضر میں مخصوص مصلحت اندیشوں کے تحت اس فتنہ نے استشراق کا علمی لبادہ پہن لیا، تاکہ زیادہ جاذب توجہ ہو سکے، صلیبی جنگوں سے بہت پہلے شام کے ایک نابینا شاعر اسی فتنہ سے متاثر ہو کر طرزاً کہہ چکا ہے:

وقوم الوامن اقصی البلاد لدمی الجمار ولشم الحجر

فوا عجباً من مقالاتهم ايعمى عن الحق كل البشر

”مسلمان قوم دور دراز ممالک سے سنگریزوں کے پھینکنے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے آتی ہے، اور اس

وقت جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ قابل تعجب ہے کیاحق سے ساری دنیا اندھی ہو چکی ہے“

یہ شاعر ابوالعلاء المروریؒ ہے جس کا انتقال ۳۸۳ھ بمطابق ۹۹۰ء ہوئی ہے اس سے اس فتنہ کی

قدامت ثابت ہوتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عبادات میں حج چونکہ سب سے زیادہ بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے، جس کو مسیحیوں کا سیاسی مزاج برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے سارا زور قلم انہوں نے اسی کے خلاف صرف کیا، جس طرح جہاد کو انہوں نے ہدف طعن بنایا تھا، جس کا ان کے مقلد مسلمانوں پر یہ اثر پڑا کہ وہ اس کے نام لینے سے بھی شرمانے لگے۔ اور اسلام کی اس عظیم طاقت کو انہوں نے تاویلات کے شکنجے میں جکڑ کر اس کی اصلی روح کو ختم کر دیا۔

حج اور جہاد اسلام کی وہ زبردست دو طاقتیں ہیں، جو مسیحی اقوام کے سیاسی مزاج کے لئے خطرہ ہیں۔ وہ مسلمانوں کی رگ حیات کو خوب جانتے ہیں۔ اس لئے وہ اسی مقام پر اپنا نشتر اعتراض چھو دیتے ہیں۔ جس سے وہ ہماری حیات ملی کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ فلسفہ حج کے متعلق کچھ ضروری امور بیان کر دوں تاکہ اس قسم کی غلط اندیشیوں کا خاتمہ ہو اور اصلی حقیقت کسی حد تک سامنے آ جائے۔

مقام حج:

حج کی اہمیت کے پیش نظر کتاب وسنت نے اس کو اسلامی زندگی کا اہم جز قرار دیا ہے۔ واللہ علی

الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غني عن العالمين (القرآن)

ترجمہ: ”اللہ کی طرف سے لوگوں پر ایک خاص گھر کا حج فرض ہے جس کو وہاں پہنچ جانے کی طاقت ہو، اور جو کفر اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے“

اس آیت میں فرضیت حج کے ساتھ ساتھ ترک حج کیلئے ایسی شدید تعبیر اختیار کی گئی جس نے اسلامی زندگی کے لئے حج کو بہت ضروری قرار دیا۔ یعنی ترک حج کیلئے ومن لم يحج یعنی جو کوئی حج نہ کرے یہ تعبیر اختیار نہیں کی گئی بلکہ اسکی بجائے یوں فرمایا ومن كفر یعنی جو کفر اختیار کرے جس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ استطاعت کے باوجود ترک حج ایک کافرانہ فعل ہے، مومنانہ نہیں جس سے معلوم ہوا کہ حج اور ایمان میں کسی قدر شدید تعلق ہے۔

ابو امامہ سے مسند امام احمد میں روایت ہے کہ جو مسلمان مر جائے، اور بلا عذر حج ترک کر دے تو وہ یہودی اور نصرانی کی موت مرتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ دو گروہ حج کے خلاف ہیں، کیونکہ مشرکین عرب قبل از اسلام بھی حج کرتے تھے۔

روح المعانی میں صحیح سند کے ساتھ فاروق اعظم کا ایک فرمان منقول ہے کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ مسلمانوں کے شہروں میں اپنے عامل اور کارندے بھیج دوں تاکہ جو مسلمان استطاعت کے باوجود حج نہ کرتا ہو ان پر جزیہ لگائے کیونکہ وہ مسلمان نہیں۔

اس سے حج کا مقام بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔ اب اس چوتھے بیت اللہ اور خانہ کعبہ سے ہے، اس لئے

آگے چل کر ہم بیان کریں گے کہ محبت الہی جو فطرت انسانی میں داخل ہے، اس کی تکمیل اور تشنگی بھانے کے لئے ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ تصور محبت کے لئے ایک ٹھکانہ ہو۔ اس مرکزیت کے انتخاب کے لئے اسلام نے ضروری سمجھا کہ وہ مرکز مظہر تجلی الہی تو ضرور ہو۔ لیکن بت یا بت کا مشابہ اور مماثل نہ ہو، تاکہ خدا پرستی بت پرستی کی شکل اختیار نہ کرنے پائے اور اسلامی توحید صمیمیت (بت پرستی) سے آلودہ نہ ہو اور ذات حق کی شان تنزیہی قائم رہے۔ علم الاضنام سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تاریخ بشریت کے آغاز سے اللہ کے سوا جن اشیاء کو اب تک معبود بنایا گیا ہے وہ ایسی چیزیں تھیں، جن میں مندرجہ ذیل خصوصیات موجود تھیں۔

- ۳۔ کثافت یعنی ایسا جسم ہونا جو لطیف اور غیر مرئی نہ ہو۔

اسلام نے مرکزِ محبت کے لئے ایسی چیز کا انتخاب کیا ہے جو بتوں سے ان تین خصوصیات میں بالکل جدا اور مباہن ہے۔ اور وہی چیز حقیقتِ کعبہ ہے یعنی خانہ کعبہ کی چار دیواری کے درمیان جو فضا ہے اور جو اوپر کو غیر محدود مقام تک چلی گئی ہے، وہی حقیقتِ کعبہ ہے، باقی چھت اور چار دیواری اس فضا کی تعین و تشخیص کے لئے پچی گئی ہے تاکہ تجلی گاہِ الہی کی یہ فضا دوسری فضا سے مخلوط نہ ہونے پائے یہی وجہ ہے کہ خود اسلامی دور میں عبداللہ بن زبیرؓ نے تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں پرانی دیواریں اور چھت گرائی اور از سر نو خانہ کعبہ کو تعمیر کیا، اسی طرح اس کے بعد حجاج ابن یوسف انصاری نے خلیفہ عبد الملک کے حکم سے ابن زبیر کے بنا کر وہ خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ ان دونوں کے دوران چھت اور چار دیواری باقی نہ رہی۔ لیکن مسلمانوں نے قبلہ رخ ادائیگی نماز کو اسی طرح جاری رکھا اور نماز کو ملتوی کرنے کا کوئی اعلان نہیں کیا گیا، جو اس امر کی دلیل ہے کہ عمارت گرا دینے کے باوجود حقیقی کعبہ باقی تھا جو فضا ہے۔ اس کے علاوہ ہم ابو قتیس یا قتیعان پہاڑ پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جو خانہ کعبہ کی چھت سے بہت بلند ہے۔ اس لئے ان پہاڑوں کی چوٹی پر جو نمازی ہو تو اس کے بالمقابل عمارت کعبہ سامنے نہیں آتی۔ بلکہ کعبہ کی چار دیواری اور چھت نیچے رہ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زمین گول ہے لہذا دور علاقے کا اگر کوئی آدمی، ہموار زمین پر بھی نماز پڑھ لے تو کعبہ کی عمارت سامنے نہ ہوگی، لیکن کعبہ کی دیواروں کے درمیان گھری ہوئی فضا آسمانوں تک گئی ہے۔

چھت کا ڈالنا بالائی تحدید کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ دیواروں کی حفاظت ہو۔

اس پر ہوائی جہاز کی نماز کو قیاس کرو! اس میں سمت قبلہ کو اگرچہ عمارت موجود نہیں لیکن فضا ضرور موجود ہے جو کہ حقیقی کعبہ ہے۔ ان وجوہات سے حقیقی کعبہ کا اسلامی تصور واضح ہو گیا۔

مرکزیت محبت کے لئے فضاء کا انتخاب:

جب یہ معلوم ہوا کہ حقیقی کعبہ بیت اللہ کی معین فضا ہے اور فضا یا ہوا ایک ایسی چیز ہے جو بت پرستانہ خصوصیات سے پاک ہے، فضا میں نہ بصیریت ہے کیونکہ فضاء نظر نہیں آتی، نہ کثافت ہے، بلکہ لطافت ہے اور نہ لونیت یعنی رنگ ہے، یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی قوم نے فضا یا ہوا کی عبادت نہیں کی۔ اس انتخاب میں ایک طرف فطرتِ انسانی کا لحاظ ہے کہ اس کے تصور محبت کے لئے ایک معین ٹھکانہ ہو اور دوسری طرف ذاتِ حق اور محبوب حقیقی سے بھی ایک درجہ میں مناسبت ہے کہ رنگدار اور کثیف نہ ہونے کی وجہ سے لاتندر کہہ الا بصار (کہ اسے آنکھیں نہیں دیکھتیں) مصداق ہے۔

مناسک حج اور افعال حج کو چونکہ اسی حقیقی کعبہ سے تعلق ہے لہذا اہم اسلام کے اس عظیم رکن حج کا فلسفہ اور اس کے اسرار و حکم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ ذہن میں حج کی معقولیت کا تصور جم جائے۔

پہلی حکمت:

انسان کا نجاتِ عالم کی ایک شریف ترین ہستی ہے۔ اور اس کی فطرت میں مخصوص محبت داخل ہے، جس کا نام محبت لطیفہ ہے۔ محبت اگر مادیات سے ہو تو وہ محبت کثیفہ ہے، اس میں حیوان اور انسان مشترک ہیں کیونکہ انسان بھی حیوانات کی طرح ایک جسم مادی رکھتا ہے تو حیوانات کے ساتھ اس وصف میں اس کا اشتراک لازمی ہے، حیوان کو کھانے کی چیزوں سے محبت ہے، پینے سے محبت ہے۔ نر و مادہ میں باہمی محبت ہے، اولاد سے محبت ہے، ان ساری محبتوں میں انسان ان کا شریک ہے اور اسی کا نام محبت کثیفہ ہے۔

محبت کی دوسری قسم محبت لطیفہ ہے جو صرف انسانی خصوصیت ہے اور روح انسانی کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ لطیف اور نامحسوس اشیاء سے محبت کرتی ہے، مثلاً انسان کو خود اپنی روح سے محبت ہے، علم سے محبت ہے، اپنی بصارت یعنی قوت بینائی سے محبت ہے، اور یہ سب چیزیں لطیف اور ماوراءِ حس ہیں۔

محبت لطیفہ کی اعلیٰ قسم:

محبت لطیفہ کی اعلیٰ قسم خداوند تعالیٰ کی محبت ہے کیونکہ محبوب سب سے اعلیٰ ہے اور یہ محبت بھی فطرتِ انسانی میں داخل ہے، انسان نے تاریخ کے ہر دور میں اللہ تعالیٰ سے محبت کا اظہار کیا ہے اور اسی محبت کے فطری جذبہ کی تکمیل کے لئے اس نے عبادت گاہیں، کسی نہ مسجد، کسی نہ مندر، کسی نہ گرجا کی قسم کی ہے، اس میں صرف اہل اسلام نے

محبت روحانہ لطیفہ کی تکمیل:

مرکزیت کعبہ کی ضرورت:

محبت الہی میں چونکہ محبت مکانی اور زمانی ہے اور محبوب حقیقی غیر زمانی و غیر مکانی ہے، اس کے علاوہ مادی تصور ہے لہٰذا دونوں میں کامل بعد اور عدم تناسب ہے، اس لئے ضرورت ہوئی کہ شان تنزیہ (اللہ کی پاکیزگی اور بڑھائی) اور کبریائی کو قائم رکھتے ہوئے مخلوقات باری میں کعبہ حقیقی (فضاء بیت اللہ) کو وہ اپنے انوار و تجلیات خاصہ کا مظہر بنائے۔ تاکہ مکان و زمان کی نقاب میں آ کر وہ انوار و تجلیات انسان کے تصور محبت کے لئے تسکین کا سامان ہوں اور ارتباط محبت کے استحکام کا ذریعہ بنیں۔ وہ مظہر تجلی تمام معنی خصوصیات (بت پرستانہ صفات) سے مبرا ہو۔ اس مظہر تجلی الہی کے ساتھ جو جہانہ اور عاشقانہ عمل بطور عبادت وابستہ کیا جائے، مثلاً حج اس کے تمام اعمال و مناسک بھی ایسے ہوں کہ وہ واحد لا شریک ذات یعنی صاحب الہی ہوں، کعبہ ہر جہاں کے لئے ہے، لہٰذا جہاں کی گاہ یعنی جہاں کی گاہ یعنی کعبہ خود مخلوق

اور عبد ہے نہ کہ معبود۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حجر اسود کو جو کعبہ کا مقدس ترین حصہ ہے مخاطب کر کے مجمع عام میں فرمایا: واللہ انک لحجر لاتنفع ولا تضر لولا رایت رسول اللہ ﷺ قبلک ما قبلتک (بخدا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ فائدہ دے سکتا ہے، اور نہ نقصان اگر حضور کے عمل کی پیروی ہے اور حضور کا عمل اس لئے نہ تھا کہ خود حجر اسود محبوب ہے، بلکہ محبوب حقیقی کی محبت کی علامت ہے، یہی راز ہے کہ حج کے تمام اعمال میں جو مسلسل عمل ہے وہ تلبیہ ہے یعنی لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملك لا شریک لک۔ (حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں سب تعریف سارا احسان تیرا ہی ہے، سلطنت تیری ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)

یہی وہ الفاظ ہیں جنکو بار بار حاجی دہراتا ہے اور جن میں اللہ کی کبریائی کا اعلان ہے تمام حجاج تلبیہ کہہ کر بار بار یہ اعلان کرتے ہیں کہ ساری طاعت، نعمت، حمد و اختیار صرف ذات رب العالمین کیلئے ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ حج کے تمام اذکار میں الہی عظمت و توحید کا یہ ورد و تکرار جاری رہتا ہے۔ اور ان میں ایک لفظ بھی خانہ کعبہ یا حجر اسود یا حج سے متعلق مقامات کی مدح و تعریف کیلئے موجود نہیں تاکہ غیر اللہ کی پرستش کا ادنیٰ توہم بھی پیدا نہ ہو سکے۔ انسان کے ہر فطری جذبہ کے جداگانہ مقتضیات ہیں اور ان تقاضوں کی تکمیل کا تعلق ایک خاص دائرہ عمل سے وابستہ ہے، ایک ریاضی دان کے جذبہ حساب دانی کی تکمیل مشکل سوالات کے حل کر دینے سے ہوگی، موسیقی کے نغموں سے نہ ہوگی، لیکن جذبہ موسیقیت کی تکمیل سوالات حساب کے حل سے نہ ہوگی۔ نغمہ سنجی اور ساز نوازی سے ہوگی، اسی طرح عشق الہی کے جذبہ کی تکمیل کے تقاضے خستہ حالی بے سرو سامانی، ترک عیش و طرب، خود رنگی اور محبوب حقیقی میں محویت کے عاشقانہ حرکات اور والہانہ اداؤں سے پورے ہوں گے، جس کو نا آشنائیاں کو چہ عشق و محبت جنوں سے تعبیر کرتے ہیں

زمر زندگ بیگانہ تر باد
کسے کو عشق را گوید جنوں است

حج بیت اللہ کی دوسری حکمت۔ مرکزیت:

ملت اسلامیہ کی حیات دینی و دنیوی کے لئے افراد ملت کے ارتباط باہمی اور نظم و اتحاد کی اشد ضرورت ہے، عقائد و افکار و اعمال کی معنوی ربط اس وقت تک منضبط نہیں ہو سکتی، تا وقتیکہ اس نامحسوس ربط و یگانگت کو محسوس قالب میں نہ ڈھالا جائے اور ان سب کو ایک جیسے اعمال و حرکات و طرز لباس کے ساتھ ساتھ ایک مرکزیت محسوسہ محبوبہ کے ساتھ وابستہ نہ کیا جائے۔ تنظیم ملت ایک مرکز محسوس کا تقاضا کرتی ہو کہ افراد ملت کیلئے اس کے ساتھ خصوصی عقیدت اور شیفنگی ہیں اور اس کے ساتھ وابستگی کا ایک اسلامیان ملا ہو جو اس مرکزیت کی عظمت و عقیدت تازہ رہے۔ اس

کے علاوہ اس جذبہ کی بقاء حیات کے لئے روزمرہ کے اسلامی معمولات میں بھی حکیمانہ قوانین نافذ کئے گئے، تاکہ تصور مرکزیت میں ضعف نہ آنے پائے۔ فوہو او جوہکم شطر المسجد الحرام کے الہی قانون کے تحت حکم دیا گیا کہ بجگانہ نمازوں بلکہ ہر نماز میں تمہارا رخ ملی مرکز کی طرف ہو اور لا تستقبلو القبلة ولا تستدبروا میں مرکز ملی کے ادب و عظمت کے پیش نظر یہ حکم دیا گیا کہ قضائے حاجت کے وقت مرکز ملی کی طرف رخ اور پیچہ نہ ہوتا کہ اس وقت بھی تم کو اس کا احترام و ادب ملحوظ رہے۔ یہاں تک کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے اور تھوکنے تک کی بھی بندش کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے دین کا ہر عمل اور خشک سے خشک عبادت بھی سراپا سیاست ہے جس کو مغربی قومیں خوب سمجھتی ہیں، اس لئے مستشرقین ایسی ہی چیزوں کو موروا اعتراض بناتے ہیں، تاکہ تنظیم ملت پارہ پارہ ہو۔

حج کی تیسری حکمت۔ مساوات:

اسلام کا مقبول ترین اصول مساوات اسلامی ہے کہ کسی دین میں اس کی نظیر نہیں، مساوات ہی وحدت ملی کی سب سے بڑی قوت ہے جس سے افراد ملت محبت باہمی کی کشش سے ایک دوسرے سے مربوط ہو سکتے ہیں، اس کے برخلاف اگر افراد ملت کے امراء کو غریبا و غریبا کو امراء سے نفرت ہو تو انضباط ملت کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

اسلام نے نماز باجماعت، روزہ رمضان، نماز عیدین، زکوٰۃ میں مساوات اسلامی کے پہلوؤں کو مختلف شکلوں میں پیش نظر رکھا۔ لیکن فریضہ حج میں مساوات اسلامی کو ایک مکمل شکل دے دی گئی ہے۔ تاکہ اس عمل سے ایک ایک فرد ملت کے قلب و دماغ پر اسلامی برادری کی مساوات کا تصور پوری طرح جم جائے۔ ہر حج کرنے والا خواہ شاہ ہو یا گدا، امیر ہو یا غریب ایک جیسے لباس احرام میں ملبوس ہوں۔ اور سب کے سب جملہ تعلقات زندگی سے یکسو ہو کر سادہ لباس میں ایک ہی جگہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں، تاکہ ایک خاص وقت تک اس مساویانہ طرز زندگی سے مساوات اسلامی کا نقش دل پر جم جائے اور امیر غریب کے مصنوعی تفاوت کا حجاب اسلامی برادری کی راہ اتحاد میں حائل نہ ہونے پائے، معاشی تفاوت خالق کائنات کی تکوینی حکمت کے تحت اگرچہ ضروری ہے، کیونکہ معاشیات جن علمی و عملی قوتوں سے وابستہ ہیں خود فطرانہ و قوتیں تمام انسانوں میں یکساں نہیں متفاوت ہیں اسی معاشی تفاوت نے ایک کو دوسرے کا محتاج بنا دیا ہے۔ اور یہ احتیاج بھی فی الحقیقت یکطرفہ نہیں بلکہ دوطرفہ ہے، تاکہ حاجتمندی میں بھی مساوات رہے مثلاً ہم اگر درزی سے کپڑے سلواتے ہیں یا دھوبی سے دھلواتے ہیں تو درزی اور دھوبی رقم اجرت کے محتاج ہیں۔ لیکن ہم خود ان کے عمل کے محتاج ہیں اسی دوطرفہ احتیاج نے متفاوت افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ لیت خذ بعضہم بعضاً سخریہ جس سے معلوم ہوا کہ معاشی تفاوت بھی تنظیم کا سبب ہے۔ لیکن اس تفاوت سے دولت مند افراد میں جو خود سری، تکبر اور غرور پیدا ہوتا ہے وہ تنظیم ملت کے لئے زہر قاتل ہے۔ اس لئے اسلام نے عباداتی نظام میں بھی اس خرابی کو دور

حج کی چوتھی حکمت: سفر آخرت کا نقشہ:

انسان کے قلب و دماغ پر جس قدر آخرت کا تصور غالب ہو اسی قدر وہ نیکو کار یا کیزہ اطوار اور خدا ترس ہوتا ہے۔ اور جس قدر تصور آخرت سے غفلت ہو اسی قدر وہ فسق و فجور ظلم و ستم قتل و فساد سیاہ کاریوں اور بد کاریوں میں ملوث ہوتا ہے۔ اس لئے فکر و عمل کی پاکیزگی کے لئے آخرت اور یوم الحساب کا نقشہ ذہن میں جمانا ضروری ہو جاتا ہے۔ تاکہ اصلاح عمل و درستی کردار کا سامان ہو اعمال حج میں سفر آخرت کی پوری تصویر ہے سفر آخرت موت سے شروع ہوتا ہے جس میں آدمی وطن و اولاد اور اقارب سے جدا ہوتا ہے۔ حاجی جب گھر سے نکلتا ہے اور اولا و وطن احباب کو چھوڑتا ہے تو یہ موت کا نمونہ ہے لباس احرام یعنی دو چادریں جن میں ملبوس ہو کر اعمال حج ادا کئے جاتے ہیں۔ یہ نمونہ کفن ہے۔ جس کو ہر وقت حاجی دیکھ کر کفن کی یاد تازہ کر سکتا ہے۔ حاجی کی سواری جس پر بیٹھ کر وہ سفر حج کرتا ہے اس کو اپنا مال و انجام یاد دلاتی ہے۔ کہ کسی دن دوسرے کے کندھوں پر اس طرح تمہارا جنازہ سوار ہو کر اسی طرح عازم سفر آخرت ہوگا عرفات اور مزدلفہ کے میدان میں جا جیوں کا اجتماع میدان حشر کے اجتماع کی یاد دلاتا ہے اسی طرح قدم قدم پر حاجی کے لئے سفر آخرت کا کوئی نہ کوئی نمونہ موجود ہے جس کو دیکھ کر دل و دماغ کو فکر آخرت سے معمور کیا جاتا ہے اور یہی فکر آخرت ہی تمام نیک اعمال کی کنجی ہے۔

پانچویں حکمت۔ ماحول کی تبدیلی:

انسان اپنے ماحول کی پیداوار ہے وہ جس طرح کے ماحول میں پرورش پاتا ہے اسی طرح بن جاتا ہے۔ علم النفسیات کا یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ انسان میں نقالی اور محاکات کا جذبہ موجود ہے وہ اپنی زندگی کے طور و طریقے فعل و عمل کا ہر گوشہ اپنے ماحول کے مطابق بناتا رہتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے گرد و پیش دیکھتا ہے اسی کے موافق اپنی زندگی کا نقشہ بناتا ہے اسی لئے اصلاح زندگی کے لئے ایک وقت ایسا چاہئے کہ انسان کو فاسد اور بگڑے ہوئے ماحول سے اٹھا کر نیک اور صالح ماحول میں ڈال دیا جائے تاکہ اس صالح ماحول کے نقوش اس کے لوح حیات پر کندہ ہو کر اس کی زندگی کو بدل دیں آغاز حج سے واپسی حج تک ایک ایسا ماحول ہے جو انسانی زندگی کا نقشہ بدل دیتا ہے اور اس تبدیلی احوال کا نام حج مبرور ہے۔ یعنی مقبول حج کی علامت یہ ہے کہ حاجی کی بعد از حج زندگی قبل از حج زندگی سے بہتر ہو معلوم ہوا کہ حج کو تبدیلی ماحول کی وجہ سے اصلاح معاشرہ میں بڑا دخل ہے۔

چھٹی حکمت: جذبہ سیاحت کی اصلاح:

انسان کی فطرت میں سیاحت کا جذبہ موجود ہے جس کو روکنا خلاف فطرت ہے۔ اسی لئے اسلام نے اس کو روکا نہیں بلکہ ابھارنے کی ترغیب دی اور قرآن نے فسبحوا فی الارض کا اعلان فرما کر اس جذبہ کی حوصلہ افزائی کی۔ سیاحت کے ذریعہ انسان کو گنہگار سے پاک کر دیتا ہے اور اپنی ذات اور واپسی پر اپنے ملک

کے افراد میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح بد آثار بھی اسلام نے اس فطری جذبہ کے اصلاحی پہلو کو اختیار کیا کہ علم و جہاد کے علاوہ سیاحت کو حج کی صورت میں مشکل کیا تاکہ حاجی مقبول اور برگزیدہ انسانوں کی جماعت میں شامل ہو کر مقبولان بارگاہ الہی کے ان آثار قدیمہ اور شعائر اللہ کے مشاہدے سے بہرہ اندوز ہو جس کی وجہ سے ان کے فکر و عمل کو صلاح و تقویٰ کی طرف موڑ دیا جاسکے۔ اور ان کے نمونہ زندگی سے ملک میں صالح معاشرہ کی تشکیل ہو سکے۔

ساتویں حکمت: جذبہ جہاد کی نشوونما:

دنیا کا رزاق اور میدان کشمکش حیات ہے جو قوم اس جہان رزم و پیکار میں جس قدر زیادہ روح جہاد رشتی ہو اور زیادہ سے زیادہ سامان جہاد سے آراستہ ہو وہ سر بلند کامیاب اور با عزت قوم ہوگی، اور اس سر و سامان سے اگر محروم ہو تو وہ حیوانات کی طرح محکوم و غلام بن کر غیر اقوام کے منشا کی تکمیل اور ان کی خوش عیشوں کیلئے آلہ کار ہو کر زندگی گزارتی رہے گی۔ اور شرف انسانی کی بلندی سے گر کر قصر غلامی میں گرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے زیادہ زور جہاد پر دیا، اور ”ذوق سناہ الجہاد“ کہہ کر اس کو ملت اسلامیہ کی عزت اور سر بلندی کا واحد ذریعہ قرار دیا ہے۔ قرآن نے شہید کی موت کو موت کہہ دینے سے منع کیا ہے، بلکہ اس کی ظاہری موت کو ایک عظیم الشان حیات کا ذریعہ قرار دیا ایسی حیات جس کی خوشحالیوں کا تصور انسانی شعور کے دائرہ سے خارج ہے۔ حدیث نبویؐ نے اعلان کیا کہ شہید کو نہ موت کی تکلیف ہوگی اور نہ قبر کا عذاب۔ جہاد کے لئے چونکہ ظاہری سامان حرب و ضرب بھی ضروری ہے جس کی فراہمی کو اس لئے قرآن نے مسلمانوں پر سامان جنگ اور آلات حرب کی تیاری کو فرض قرار دیا ہے۔ واعدوہم ما استلتم، یعنی جس قدر تمہارا بس چلے تو اسی قدر سامان جنگ مہیا کرو اتنا سامان کہ اگر غیر مسلم اقوام تمہارے خلاف متحدہ محاذ بھی بنالیں تو وہ تمہارے سامان جنگ کی تیاری کو دیکھ کر مرعوب ہوں اور مقابلہ کا حوصلہ نہ کر سکیں۔

ترہبوت بہ عدو اللہ وعدو کم۔ لیکن ظاہری سامان کے علاوہ جہاد کے لئے باطنی روحانی اور اخلاقی ساز و سامان کی بھی ضرورت ہے۔ آلات جنگ کا استعمال انسانی جسم کرتا ہے اور جسم و بدن کی جنگی اعمال کا اصلی محرک روح ہے۔ روح اگر طاقتور ہو تو کم سامان سے بھی بہت کام لیا جاسکتا ہے۔ ”کم من فتنہ قلیلة غلبہ فتنہ کثیرہ۔ باذن اللہ“ یعنی چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آسکتا ہے اور اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے روح کی بلندی اور ایمانی قوت سے اپنے دس گنا بلکہ سو گنا طاقت کو شکست دی ہے یہی روحانی و ایمانی طاقت ہے جس کی نشوونما مسلمانوں کے لئے فتح و کامیابی کی کنجی ہے۔ اور صرف اسی قوت کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے دشمن پر غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس متاع عزیز کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔ حج بیت اللہ میں اسی ایمانی اور اخلاقی قوت کی نشوونما اور بالیدگی کا پورا سامان موجود ہے۔ بشرطیکہ حاجی ان تصورات کے تحت اعمال حج کو انجام دے۔

حج اور جہاد:

جہاد میں اکثر بری و بکری تکلیفوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ راحت و آرام و سامان عیش کو قربان کرنا پڑتا ہے۔ محبوب حقیقی کی رضا جوئی کے واحد مقصد کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے ان تمام چیزوں کی مشق کا سامان حج میں موجود ہے۔ رمی جمار یعنی سنگریزوں کے مارنے میں دشمن ملت سے نفرت و عداوت کا مظاہرہ ہے۔ جس سے دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور آخری بات جو دم تمسح و قرآن کی شکل میں قربانی ہے اس میں ظلیل علیہ السلام کا نمونہ موجود ہے۔ جس کے ساتھ ملت اسلامیہ کی وابستگی ہے۔ ملکہ انیکم ابراہیم جس سے حاجی کے دل و دماغ میں یہ تصور جم جاتا ہے کہ جب اللہ کا ایک عظیم پیغمبر خدا کے حکم کی تعمیل میں جو اس کو خواب میں دیا گیا تھا۔ نہ بیداری میں اپنے عظیم فرزند کی قربانی کے لئے تیار ہوا تھا جو تکمیل امتحان کے بعد حیوانی قربانی میں تبدیل ہوا لیکن قربانی ظلیل علیہ السلام کہ یہ عمل خدا کو ایسا پسند آیا کہ تا قیامت اس کو ملت اسلامیہ کے لئے باقی رکھا کہ وہ اس سے درس قربانی حاصل کرے اور اگر جہاد میں خالق کائنات انسانی قربانی کا حکم دے تو بیدار بے جان قربان کر دینے کے لئے آمادہ ہو سکے۔

ہم ملک جم ندیم مصرہ نظیری
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ مانیت

درحقیقت اسی موت میں حیات جاودانی کا سامان مضمر ہے۔۔

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا ' اسے جینا نہیں آیا

ان سطور بالا سے مستشرقین کی ہرزہ گوئی کی حقیقت واضح ہوگئی جو وہ حج کے خلاف کرتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچ کر یہ حقیقت بے نقاب ہوئی کہ علم و مذہب کی جتنی نزاع ہے فی الحقیقت علم اور مذہب کی نہیں مدعیان علم کی خام کاریوں اور مدعیان مذہب کی ظاہر پرستیوں کی ہے حقیقی علم اور حقیقی مذہب اگرچہ الگ الگ راستوں سے چلتے ہیں مگر بالاخر ایک ہی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ علم محسوسات سے سروکار رکھتا ہے مذہب ماوراء محسوسات کی خبر دیتا ہے دونوں میں دائروں کا تعدد ہوا مگر تعارض نہ ہوا۔ جو کچھ محسوسات سے ماوراء ہیں ہم اے محسوسات سے معارض سمجھ لیتے ہیں اور یہاں سے ہماری فکر کج اندیش کی ساری در ماندگیاں شروع ہو جاتی ہیں ورنہ حقیقی مذہب اور صحیح علم میں کبھی تعارض نہیں ہوتا۔